JQSS: (Journal Of Quranic and Social Studies)
ISSN: (e): 2790-5640 ISSN (p): 2790-5632
Volume: 4, Issue: 1, Jan-June 2024. P: 34-50
Open Access: http://jqss.org/index.php/JQSS/article/view/105
DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.11090278

Article History:	Received	Accept	Published
	03-12-2023	27-02-2024	30-03-2024

Copyright: © The Aothors *Licensing:* this work is licensed under a creative commons attribution 4.0 international license

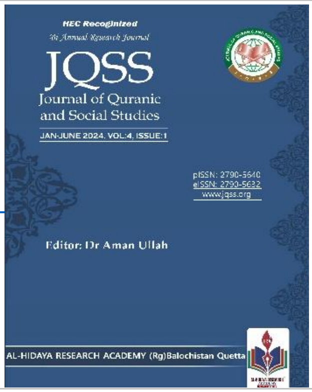

نبی ﷺ کی مکی اور مدنی زندگی کا تقابلی جائزہ

A Comparative Study of Makki And Madni Eras of The Life of Holy Prophet (SAW)

1. **Maria Khalil**
mariakhalil59@gmail.com
Lecturer, Department of Islamic Studies, Sardar Bahadur Khan Women's University, Quetta

2. **Dr. Kaleem Ullah**
https://orcid.org/0009-0009-2414-5996
Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Balochistan, Quetta

How to Cite : Maria Khalil and Dr. Kaleem Ullah (2024). A Comparative Study of Makki And Madni Eras of The Life of Holy Prophet (SAW) (JQSS) Journal of Quranic and Social Studies, 4(1), 34-50.

Abstract and indexing

Publisher
HRA (AL-HIDAYA RESEARCH ACADEMY) (Rg)
Balochistan Quetta

نبی ﷺ کی مکی اور مدنی زندگی کا تقابلی جائزہ

A Comparative Study of Makki And Madni Eras of The Life of Holy Prophet (SAW)

Journal of Quranic and Social Studies
34-50
© The Author (s) 2024
Volume:4, Issue:1, 2024
DOI:10.5281/zenodo.11090278
www.jqss.org
ISSN: E/ **2790-5640**
ISSN: P/ **2790-5632**

Maria Khalil
Lecturer, Department of Islamic Studies,
Sardar Bahadur Khan Women's University, Quetta

Dr. Kaleem Ullah
Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Balochistan, Quetta

Abstract

Prophet Muhammad (SAW) is the most influential figure in the entire history of mankind who reformed the most ignorant, uncivilized, brutal worrior and violant assassinator Arabs into civilized, peaceful and men of knowledge and wisdom in a short span of time (almost 23 years). Accustomed to idolatry were transformed into custodian of Tauheed and got uniformed as the beeds of neckless. The world's famous writer Micheal H. Hart has categorized the hundred most successful men according to the level of their prosperity in his most famous book "The Hundred". Despite of being a Christain, he has mentioned the name of Prophet Muhammad (SAW) at the top and Prophet Esa (AS) as third in the human history and he himself depicts the reason to keep Prophet Muhammad (SAW) on the top by saying that: "He was the only man in history who was supremely successful on both the religious and secular levels." (Pg: 3) While evaluating the profound life of Prophet Muhammad (SAW), two spans of time are found; Makki era and Madni era. The stratigies and activities of Prophet Muhammad (SAW) appear differently in both of the eras for implementation of Allah's word and transformation of the mankind. The paper aims to describe the transformation of the policies of Prophat Muhammad (SAW) according to the need of time from Makki era to Madni Era. It elaborates how Prophet Muhammad (SAW) kept on changing his preaching stratigies as well as social and political activities while keeping in view the conditions and circumstances in both of the eras. Moreover the paper also aims to highlight His dimensions in both of the eras in order to evaluate how He brought such a great revolution in such a short span of time.

Keywords: Prophet Muhammad (SAW), Makki era, Madni era. Comparative Study, Arabs into civilized

Corresponding Author Email:

mariakhalil59@gmail.com

https://orcid.org/0009-0009-2414-5996

تمہید:

نبی امی ﷺ کی پیدائش ایسے زمانے میں ہوتی ہے جب ہر طرف کفر و جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے ہیں۔ پیدائشی یتیم ہیں اور بہت بچپن میں والدہ کا بھی انتقال ہو جاتا ہے۔ دادا سایہ عاطفت میں لیتے ہیں تو جلد ہی ان کا سایہ بھی سر سے اٹھ جاتا ہے۔ جن عربوں میں آپ ﷺ کی پیدائش ہوتی ہے ان کا حال یہ ہے کہ لکھنا پڑھنا تک نہیں جانتے۔ نوجوانی میں بکریاں چراتے ہیں اور جوان ہونے پر تجارت میں لگ جاتے ہیں۔ غرض یہ کہ علم حاصل کرنے کے کوئی مواقع نہیں ہیں اور نہ ہی کسی عالم کی صحبت میسر ہے لیکن اس سب کے باوجود اپنے معاشرے میں، اپنے ارد گرد پائے جانے والوں میں سب سے منفرد اور ممتاز نظر آتے ہیں۔ بچپن سے لے کر بھری جوانی تک کوئی ان کے اخلاق و کردار پر انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ ایسے اخلاق حمیدہ سے متصف ہیں کہ جو ملتا ہے گرویدہ ہو جاتا ہے۔ ساری قوم صادق اور امین کے نام سے پکارتی ہے۔ حیاداری اس قدر ہے کہ کسی نے کبھی ان کا ستر نہیں دیکھا۔ کردار اس قدر مضبوط کہ کبھی کسی بد فعلی میں مبتلا نہیں ہوئے۔ ہر کسی کے دکھ درد کے ساتھی ہیں۔ بے کسوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور ناداروں کے غم خوار ہیں۔ یتیموں اور بیواؤں کے مددگار ہیں اور مسافروں کے میزبان ہیں۔ بت پرست معاشرے میں ایسے سلیم الفطرت ہیں کہ شرک کے تمام متعلقات سے گھن کھاتے ہیں۔ وحشت اور بربریت کے درمیان ایسے نرم دل ہیں کہ جنگ سے دور بھاگتے ہیں اور امن کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ اپنے ماحول میں ایسے پر کشش اور جاذب نظر ہیں گویا کیچڑ میں کنول کھلا ہوا ہو۔

چالیس سال تک ایسے بت پرست اور سفاک معاشرے میں رہتے رہتے یکایک آپ ﷺ کے اندر ایک انقلاب برپا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ کی طبیعت اپنے ماحول سے اکتانے لگتی ہے۔ اس وحشت زدہ ماحول میں آپ ﷺ کا دل نہیں لگتا۔ آپ ﷺ تنہائی پسند ہونے لگتے ہیں اور ہر وقت اس ادھیڑ بن میں مصروف رہتے ہیں کہ اس بگڑی ہوئی قوم کی حالت میں کس طرح سدھار لایا جائے۔ اسی غور و فکر میں غلطاں و پیچاں آپ ﷺ غار حرا میں کئی کئی دن بھوکے پیاسے تنہائی میں گزارتے ہیں اور اپنی قوم کی حالت زار پر کڑھتے رہتے ہیں۔ آپ ﷺ ایک ایسی روشنی کی کرن کی تلاش میں ہیں جس کے ذریعے اس ظلمت کدے کو روشن کر سکیں۔

اور پھر رحمت ایزدی جوش میں آتی ہے اور آپ ﷺ کو وہ روشنی وہ طاقت بصورت وحی الٰہی عطا کر دی جاتی ہے جس کی تلاش میں آپ ﷺ کا دل بے چین اور مضطرب رہتا تھا۔ آپ ﷺ غار حرا سے اتر کر اپنی قوم کے پاس آتے ہیں اور انہیں کہتے ہیں کہ جن پتھروں کو تم پوجتے ہو یہ نہ تمہیں نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان۔ تمہیں بنانے والا خالق اور مالک یکتا ہے اور اس قابل ہے کہ اسی ایک کی بندگی کی جائے۔ تم اپنے ہاتھوں کے تراشیدہ بتوں کو چھوڑو اور ایک اللہ کی عبادت کرو۔ کسی پر ظلم نہ کرو۔ کسی کا حق نہ کھاؤ۔ یتیموں کی مدد کرو۔ بیواؤں پر شفقت کرو۔ سچ بولو۔ کسی کی ناحق جان نہ لو۔ انصاف کرو اور ظلم سے بچو۔ چوری، ڈاکہ، ظلم و ستم سے باز آجاؤ۔ کسی کا مال نہ چھینو۔ تم سب انسان برابر ہو۔ کسی کو کسی دوسرے پر کوئی فضیلت اور برتری حاصل نہیں سوائے اس کے جو پرہیز گار ہے۔ رب کی نظر میں ہر شخص برابر ہے اور مرنے کے بعد تمہیں اپنے رب کے ہاں پیش ہونا ہے اور اپنے تمام اعمال کا حساب دینا ہے۔ جس کے پاس نیکیاں ہوئیں وہ تو نجات پا گیا اور جو سیاہ کاریاں لے کر اپنے رب کے پاس حاضر ہوا وہ ناکام و نامراد ٹھہرا۔

یہ تھا وہ پیغام جسے لے کر آپ ﷺ اپنی قوم کے پاس آئے۔ اس کے جواب میں جاہل قوم آپ ﷺ کی جانی دشمن ہو جاتی ہے۔ طرح طرح کی اذیتیں پہنچانے لگتی ہے کہ اس پیغام کو کسی طرح چھوڑ دیں۔ آپ ﷺ کو پتھر مارے جاتے ہیں۔ گالیاں دی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کا اپنے ہی وطن میں رہنا دوبھر کر دیا جاتا ہے اور آپ ﷺ کو اللہ کے اذن سے ہجرت پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ سب تکالیف صبر سے برداشت کرتے ہیں لیکن حق بات سے پیچھے نہیں ہٹتے۔

یہ تو آپ ﷺ کے انقلاب کا ایک پہلو ہے۔ آپ ﷺ کے انقلاب کا دوسرا پہلو بھی ہے جو اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے۔

چالیس سال تک نبی کریم ﷺ بالکل ایک عام انسان کی طرح رہے۔ اس دوران کسی نے بھی آپ ﷺ کے اندر کوئی غیر معمولی صلاحیت نہ دیکھی جس سے دیکھنے والے یہ اندازہ لگا سکتے کہ آپ ﷺ کوئی حیرت انگیز کارنامہ سرانجام دینے والے ہیں۔ سوائے آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کے کسی نے بھی آپ ﷺ کو کوئی خاص حکیمانہ یا عالمانہ گفتگو کرتے نہ دیکھا۔ کبھی کسی نے نہ دیکھا کہ آپ ﷺ نے فلسفہ، معاشیات، سیاسیات یا عمرانیات پر بحث کی ہو۔ کبھی کسی نے نہ سنا کہ آپ ﷺ نے اپنی چالیس سالہ زندگی میں کبھی بھی سابقہ امتوں کے حالات و واقعات بیان کیے ہوں یا حیات بعد الممات پر گفتگو کی ہو۔ چالیس سال تک آپ ﷺ ایک شریف، خاموش طبع اور پر امن شخص کے جیسے رہتے رہے۔ لیکن جب آپ ﷺ غار حرا سے ایک نیا پیغام لے کر نکلے تو آپ ﷺ کی کایا ہی پلٹ چکی تھی۔ اب آپ ﷺ ایک بے مثال حکیم، ایک زبردست سیاست دان، ایک بہادر جرنیل اور ایک عظیم مقنن بن کر ابھرے۔ آپ ﷺ نے ایسی پر حکمت گفتگو کرنی شروع کر دی جو اس سے پہلے

آپ ﷺ سے کبھی کسی نے نہ سنی تھی۔ آپ ﷺ نے سیاست، جنگ، معاشرت اور معیشت کے بہترین قوانین وضع کرنے شروع کر دیے جو حکمت سے لبریز تھے یہاں تک کہ اس میدان کے ماہرین بھی آپ ﷺ کے وضع کردہ قوانین کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ جوں جوں زمانہ ان قوانین اور ہدایات پر عمل کرتا جاتا ہے توں توں اس کی حکمتیں اور اسرار ابھر کر سامنے آتے جاتے ہیں۔ وہ ہستی جنہوں نے کبھی عمر بھر تلوار نہیں اٹھائی۔ اپنی پوری زندگی میں صرف ایک بار جنگ میں شریک ہوئے اور اس میں بھی تلوار اٹھا کر معرکہ آرائی کرنے کی بجائے فقط اپنے چچاؤں کو تیر اٹھا کر دینے پر اکتفا کیا۔ یکدم وہ ایسے زبردست اور بہادر سپاہی بن گئے کہ اپنے سے تین گنا بڑی عسکری طاقت کے آگے ان کے قدم نہیں لڑکھڑائے۔ وہ ہستی جنہوں نے کبھی کسی استاد کے آگے زانوائے تلمذ طے نہیں کیا۔ کسی سے کوئی علمی و عملی تربیت حاصل نہیں کی۔ یکایک ایک زبردست ریفارمر بن کر ابھرے اور ایسی قابل عمل تعلیمات پیش کرنے لگے کہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بھائی بھائی بن گئے اور چند ہی سالوں کے مختصر سے عرصے میں تمام ملک عرب ان کے زیر نگیں آ گیا۔ فقط تیئیس (۲۳) سال کی قلیل مدت میں آپ ﷺ نے بارہ لاکھ مربع میل پر پھیلے ہوئے عرب ریگستان کے غیر متمدن، جنگجو، وحشی، جاہل اور سرکش قبائل کو ایک وحدت کی لڑی میں پرو دیا اور ان انتشار زدہ لوگوں کو ایک کتاب، ایک قانون، ایک حکمران اور ایک نظام کا تابع بنا دیا۔ آپ ﷺ کی تربیت یافتہ فوج نے چند ہی سالوں میں اپنے وقت کی دو عظیم فوجی طاقتوں کو تلپٹ کر کے رکھ دیا۔

اس قدر زبردست انقلاب عالم برپا کرنے والی ہستی اس قابل ہے کہ ان کی زندگی کے مختلف گوشوں کو اجاگر کیا جائے۔ ان کی حیات طیبہ کا بغور مطالعہ کیا جائے اور ان کی زندگی کے مختلف ادوار کا تقابلی جائزہ لیا جائے تاکہ وہ حکمت عملی جانی جا سکے جس کے ذریعے بادیہ نشین عرب و عجم پر غالب آ گئے۔

> ”قبل اس کے کہ اس موضوع پر گفتگو کو آگے بڑھایا جائے ایک اہم بات ذہن نشین کر لینی ضروری ہے اور وہ یہ کہ سیرت النبی ﷺ کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی ایک سادہ سا انسانی واقعہ ہے جس میں ہمارے لیے نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کوئی کراماتی اور طلسماتی پہلو نہیں رکھتی کہ ہر واقعہ کو معجزاتی نظر سے ہی دیکھا جائے۔ آپ ﷺ کو بھی راہ چلتے اسی طرح ٹھوکر لگی جس طرح ایک عام انسان کو لگتی ہے“۔(1)

یہی وجہ ہے کہ کفار مکہ آپ ﷺ کی اپنے اوپر برتری ماننے سے انکاری تھے کیونکہ انہیں آپ ﷺ اپنے جیسے ہی انسان نظر آتے تھے۔ مولانا وحید الدین خان اپنی کتاب پیغمبر انقلاب میں لکھتے ہیں:

> ”حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر خدا کی زندگی کی عظمت اس کے انسانی واقعہ ہونے میں ہے نہ کہ پر اسرار معجزاتی داستان ہونے میں۔ آپ ﷺ کی کامیابی نصرت الٰہی کے تحت ہوئی، اس لحاظ سے بلاشبہ وہ معجزہ تھی۔ مگر اس معجزۂ الٰہی کا ظہور ”بشر رسول“ کی سطح پر ہوا نہ کہ کراماتی شخصیت کی سطح پر“۔(2)

نبی امی ﷺ کی کامل حیات طیبہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1. مکی دور۔
2. مدنی دور۔

مکی دور:

مکی دور سے مراد نبی کریم ﷺ کا مکہ میں گزارا ہوا وقت ہے جو کہ ترپن سالہ حیات مبارکہ پر محیط ہے۔

مکی دور کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

- پیدائش سے بعثت تک (ابتدائی چالیس سالہ حیات طیبہ)
- بعثت سے ہجرت مدینہ تک (یکم نبوی سے تیرہ نبوی تک)

رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی کا یہ دوسرا دور بعثت سے شروع ہوتا ہے اور اس عہد کا اختتام ہجرت نبوی پر ہوتا ہے۔ اس کی کل مدت تیرہ سال ہے۔ اس دور کو ام القریٰ یعنی مکہ مکرمہ کی نسبت سے مکی دور کہا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے مکہ مکرمہ مسلم امت کی زندگی میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ یہیں پر خانہ کعبہ اور مسجد الحرام ہیں اور یہی دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے حج اور عمرہ کا مرکز اور سالانہ اجتماع گاہ ہے۔

مدنی دور:

رسول اللہ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے شروع ہو کر وصال نبوی ﷺ تک کا دور مدنی دور کہلاتا ہے۔ اس کی مدت دس سال ہے جو کہ ترپن سالہ زندگی کے بعد کے دس سال کا وقت ہے اور یہ مدینۃ النبی ﷺ کی طرف منسوب ہے۔ یہی مدینہ ہے جو امت مسلمہ کے قلوب کا دوسرا ماویٰ اور محور ہے۔ یہیں مسلمانوں کا دوسرا حرم ہے، اور یہی اولین اسلامی حکومت کا اولین دار الحکومت ہے۔

مکہ اور مدینہ، ابتدائی معنی کے اعتبار سے یہ دونوں الفاظ دو شہروں کے نام ہیں مگر تاریخ کے اعتبار سے وہ اسلامی عمل کے دو پہلوؤں کی علامت بن گئے ہیں۔ مکہ دعوت کی علامت اور مدینہ انقلاب کی علامت۔ مکی دور اسلام کو دعوتی قوت کی حیثیت سے اٹھانے کا نام ہے اور مدنی دور اس کو ماحول میں غالب اور سربلند کرنے کا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛۖۚ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۚ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا"۔

"محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت ہیں اور آپس میں انتہائی نرم دل۔ تم انہیں رکوع اور سجدے میں دیکھتے ہو کہ وہ اللہ کا فضل اور رضامندی تلاش کرتے ہیں۔ تم انہیں ان کے چہروں پر سجدوں کے اثرات کی وجہ سے پہچان لوگے۔ یہ ان کی مثال ہے تورات میں۔ اور انجیل میں ان کی مثال ہے ایک کھیتی کی مانند کہ جس نے اپنا سر نکالا پھر اس کو مضبوط کیا پھر وہ موٹا ہو گیا پھر وہ اپنے تنے پر کھڑا ہو گیا۔ وہ کاشت کرنے والوں کو اچھا لگتا ہے تاکہ اس کے ذریعے کفار کو غصہ دلائے۔ اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے مغفرت اور اجر عظیم کا ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے"۔(3)

مذکورہ بالا آیت میں تورات کے حوالے سے پیغمبر اسلام کے ساتھیوں کے انفرادی اوصاف کا ذکر ہے اور اس کے بعد انجیل کے حوالے سے ان کے اجتماعی ارتقا کا۔ پہلے جزو کی تربیت مکہ میں ہوئی اور دوسرے جزو کی تکمیل مدینہ میں۔

آپ ﷺ کی زندگی کا ہر دور (مکی و مدنی) کئی مرحلوں پر مشتمل ہے اور یہ مرحلے بھی اپنی خصوصیات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف اور ممتاز ہیں۔ ایک فرد واحد کیونکر اس قدر عظیم الشان انقلابِ عالم برپا کر سکا، اس کا اندازہ نبی ﷺ کی پیغمبرانہ زندگی کے دونوں حصوں میں پیش آنے والے مختلف حالات کا گہرائی سے جائزہ لینے کے بعد ہو سکتا ہے۔

مکی زندگی کے مراحل:

مکی دور کی پیغمبرانہ زندگی کو مزید تین مراحل میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ پس پردہ دعوت کا مرحلہ (تین برس)

۲۔ اہل مکہ میں کھلم کھلا دعوت و تبلیغ کا مرحلہ (چوتھے سال نبوت کے آغاز سے دسویں سال کے اواخر تک)

۳۔ مکہ کے باہر اسلام کی دعوت کی مقبولیت اور پھیلاؤ کا مرحلہ (دسویں سال نبوت کے اواخر سے ہجرت مدینہ تک)

پہلا مرحلہ: خفیہ دعوت و تبلیغ:۔

یہ دور خفیہ دعوت اسلام و تبلیغ کا دور بھی کہلاتا ہے، اس کا عرصہ تقریباً تین سال ہے اور یہ پہلی وحی مبارک کے نزول سے شروع ہوا اور خالق کائنات کے اس حکم وہدایت (وَ اَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ) (4) "اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ" پر ختم ہوا۔

نبوت کے ابتدائی تین سال تک آنحضرت ﷺ لوگوں کو نہایت خاموشی سے اس اندیشے سے خفیہ طور پر تبلیغ کرتے رہے کہ کہیں قریش جو شرک اور بت پرستی میں بہت متعصب تھے، بھڑک نہ جائیں۔ اس لیے آپ ﷺ قریش کی عمومی مجلسوں میں اپنی دعوت پیش نہ کرتے تھے بلکہ صرف انہی لوگوں کو اپنا مخاطب بناتے تھے جن سے قرابت کا تعلق تھا یا پہلے سے جان پہچان تھی۔

اس میں شک نہیں کہ ان ابتدائی سالوں میں اسلام کی دعوت و تبلیغ میں نبی ﷺ کی رازداری کا سبب اپنی جان کا خوف نہیں تھا بلکہ اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو الہام کیا کہ ابتدائی مرحلے میں دعوت کا آغاز رازداری اور خفیہ طریقے سے کریں اور اسے صرف انہی لوگوں کے سامنے پیش کریں جن کے بارے میں گمان غالب ہو کہ وہ اس پر کان دھریں گے اور ایمان لائیں گے۔ اس سے واضح ہوا کہ اس عرصے میں آنحضرت ﷺ کی دعوت کا اسلوب بحیثیت امام حکمت و تدبیر کے قبیل سے تھا۔

دوسرا مرحلہ: اعلانیہ دعوت و تبلیغ:۔

آپ ﷺ کا فرض تنہا خفیہ تبلیغ اور چند آدمیوں کے ہدایت یاب ہونے پر ختم نہ ہو جاتا تھا بلکہ سارے عالم کو اعلانیہ دعوت دینا تھا۔ اس لیے تین سال کے بعد اعلانیہ تبلیغ کے احکامات نازل ہوئے۔ ارشاد ہوا:

فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ

"پس آپ ﷺ کو جو حکم دیا جا رہا ہے اسے کھول کر بیان کر دیں اور شرک کرنے والوں سے اعراض برتیں"۔(5)

وَ اَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ وَ اخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ

"اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے اور جو لوگ ایمان لا کر آپ ﷺ کی پیروی اختیار کریں ان کے لیے اپنے کندھے جھکا کر رکھیں"۔(6)

"اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے رب کے حکم پر یوں عمل کیا کہ کوہ صفا پر چڑھ گئے اور بلند آواز سے صدا لگائی: اے بنی فہر، اے بنی عدی! یہ صدا سن کر لوگ جمع ہو گئے، جو کسی وجہ سے خود نہ پہنچ سکا، اس نے حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے اپنا نمائندہ بھیج دیا"(7)

جب سب لوگ جمع ہو گئے، تو آپ ﷺ ان سے مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا:

تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر میں تم کو یہ اطلاع دوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں ایک لشکر کھڑا ہے جو تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو کیا تم اس بات پر یقین کرو گے؟ سب نے کہا کہ ہاں ہم آپ ﷺ کی تصدیق کریں گے، ہم نے آپ ﷺ کو ہمیشہ سچا ہی پایا ہے۔ تب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تو میں تم کو ایک عذاب سے ڈرا رہا ہوں جو بالکل تمہارے سامنے ہے۔" اس مجمع میں ابو لہب بھی تھا، اس نے کہا "تمہارا سارا دن برباد ہو، کیا صرف یہی کہنے کے لیے تم نے ہمیں بلایا تھا۔" اس پر سورت لہب نازل ہوئی:

تَبَّتۡ يَدَاۤ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّ تَبَّ

"ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ خود ہلاک ہوا"۔(8)

پھر رسول اللہ ﷺ کوہ صفا سے اتر آئے۔ آپ ﷺ نے رشتہ داروں میں تبلیغ کے فرمان الٰہی پر اس طرح عمل کیا کہ اپنے تمام گھر والوں، رشتہ داروں اور تمام اہل خاندان کو جمع کیا اور ان کو یوں مخاطب کیا:

"اے بنی کعب بن لوئی! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اے بنی مرہ بن کعب! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اے بنی عبد شمس! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اے بنی عبد المطلب! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اے فاطمہ اپنے آپ کو جہنم سے بچا، میں اللہ کی بارگاہ میں تم لوگوں کو کچھ بھی فائدہ نہ پہنچا سکوں گا، البتہ میری تم سے جو رشتہ داریاں ہیں ان کا پاس ولحاظ رکھوں گا۔"(9)

اس کے بعد اسلام کی تبلیغ کا کام اعلانیہ اور کھل کر ہونے لگا۔

تیسرا مرحلہ: بیرون مکہ دعوت:۔

اسے ہم عالمی دور بھی کہہ سکتے ہیں، جیسے ہی دین اسلام اس وقت کے آزاد ملک عرب سے باہر نکلا اور دنیا کے مختلف ممالک اور اطراف میں پھیلنا شروع ہوا، یہ عالمی دور اسی وقت شروع ہو گیا۔ دراصل یہ مرحلہ یا دور اسی دن شروع ہو گیا تھا، جس دن اسلام کے چند پیروکار بحالت مجبوری ایک دوسرے ملک حبشہ میں پہنچ گئے تھے۔

نبوت کے دسویں سال میں جب ابو طالب کا بھی انتقال ہو گیا تو کافروں کو اور بھی ہر طرح کھلے بندوں اسلام سے روکنے اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کا موقع ملا۔ حضور اقدس ﷺ اس خیال سے 10 نبوی میں طائف تشریف لے گئے کہ وہاں قبیلہ بنو ثقیف کی بڑی جماعت ہے۔ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو مسلمانوں کو ان تکلیفوں سے نجات ملے اور دین پھیلنے کی بنیاد پڑ جائے۔ اس سفر میں حضرت زید بن حارثہؓ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ راستے میں آنے والے تمام قبائل کو اسلام کی دعوت دیتے گئے مگر کسی نے بھی قبول نہ کی۔

> "اسی طرح جب حج کا موسم آتا تو مختلف قبائل مکہ کے آس پاس اترتے۔ رسول اللہ ﷺ ایک ایک قبیلے کے پاس جاتے اور دعوت اسلام دیتے۔ اس طرح آپ ﷺ میلوں میں جاتے اور اسلام کی تبلیغ فرماتے۔ بنو عامر، بنو فزارہ، محارب بن عصفہ، غسان، مرہ، سلیم، عبس، بنی نصر، بنو البکاء، کلب، حارث بن کعب، عذرہ، حضارمہ وہ مشہور قبائل تھے، جن کے پاس جا کر آپ ﷺ نے تبلیغ کی"۔(10)

مدنی زندگی کے مراحل:

مدنی دور کی پیغمبرانہ زندگی کو بھی تین مراحل میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

پہلا مرحلہ:۔

جس میں فتنے اور اضطراب برپا کیے گئے، اندر سے رکاوٹیں کھڑی کی گئیں اور باہر کے دشمنوں نے مدینہ منورہ کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے چڑھائیاں کیں۔ یہ مرحلہ صلح حدیبیہ 6 ہجری پر ختم ہو جاتا ہے۔

دوسرا مرحلہ:۔

جس میں بت پرست قیادت کے ساتھ صلح ہوئی۔ یہ فتح مکہ رمضان 8 ہجری پر منتہی ہوتا ہے۔ یہی مرحلہ شاہان عالم کو دعوت دین پیش کرنے کا بھی مرحلہ ہے۔

تیسرا مرحلہ:۔

جس میں خلقت اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوئی، یہی مرحلہ مدینہ میں قوموں اور قبیلوں کے وفود کی آمد کا بھی ہے۔ یہ مرحلہ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے اخیر یعنی ربیع الاول ۱۱ ہجری تک محیط ہے۔

مکی اور مدنی دور پر گہری نظر اور ان کا صحیح فہم امت مسلمہ کے افراد کے لیے بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ اس علم و فہم سے انسان اس قابل ہو جاتا ہے کہ دعوت اسلامی کے تمام مراحل کا بغور مشاہدہ کر سکے۔ اس کے تمام مراحل میں حکمت اور تدریج کو سمجھ سکے اور عرب کے ماحول سے اس کی مطابقت کو جانچ سکے۔ اس طرح وہ ان اسالیب سے بھی آگاہ ہو جاتا ہے جو مشرکوں، مومنوں اور اہل کتاب کو دعوت دیتے وقت رسول اللہ ﷺ نے اختیار کیے۔

مکی اور مدنی عہد کا جائزہ لیتے وقت ہمیں کچھ سوال اپنے ذہن میں رکھنے چاہییں:

۱۔ کیا آج مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں مکی اور مدنی دور کی تطبیق کی کوشش کرتے ہیں؟ زندگی کے معاملات طے کرتے وقت کیا ان کی نظر رسول اللہ ﷺ پر ٹھہرتی ہے؟

۲۔ کیا اس وقت کے دور انحطاط اور دین سے دوری کے دور میں مسلمانوں کو عہد رسالت کا تجربہ دہرانا چاہیے؟

بعض علماء کا خیال ہے کہ جب کبھی تجدید کا دور آئے تو امت کو دور رسالت کا تجربہ دہرانا چاہیے۔ لہٰذا ترتیب یہ ہو گی کہ پہلے عقیدہ، پھر عبادات اور پھر معاملات کو مد نظر رکھا جائے۔ بعض اسلامی تحریکیں اور جماعتیں اسی نظریہ پر اٹھیں اور اسی کے مطابق کام کرنے کی کوشش کی۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ان کا "مکی دور" صرف تیرہ سال تک محدود نہیں رہ سکا۔ ایسے میں مکی اور مدنی دور میں چند بنیادی فرق سمجھنا بے حد ضروری ہے:

مکی دور دعوت و تبلیغ کا دور ہے جبکہ مدنی دور اسلام اور مسلمانوں کے اقتدار کا دور ہے۔

مکہ میں افراد تیار کیے گئے جب کہ مدینہ میں پوری ملت اسلامیہ کی تربیت ہوئی۔

مکہ میں مسالہ تیار کیا گیا اور مدینہ میں عمارت کھڑی کی گئی۔

مکہ میں ایک آسمانی پیغام نازل ہو رہا تھا اور وصول کرنے والی جماعت کمزور، مظلوم اور بے مایہ تھی جو قبائلی، مشرکانہ نظام کے ماتحت تھی جب کہ مدنی دور میں بیعت اور شوریٰ پر قائم مسلم ریاست تھی جو آسمانی دستور کی حامل تھی اور یہی دستور اس کے تمام معاملات میں فیصلہ کن تھا۔

ان نکات کو مد نظر رکھا جائے تو دونوں ادوار کی کیفیت اور حالت کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ ان دونوں ادوار میں یہ بنیادی فرق ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ ان میں ایسا تعلق بھی ہے کہ الگ ہوتے ہوئے بھی الگ نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں ایک تسلسل پایا جاتا ہے۔ ان میں ہر اگلا مرحلہ پچھلے مرحلہ کا تسلسل ہے اور ہر پچھلا مرحلہ اگلے کا مقدمہ اور پیش خیمہ ہے۔

مکی دور کی اہم خصوصیات:

نزول وحی کا لمحہ کرہ ارض پر ظہور پذیر ہونے والا عظیم ترین لمحہ ہے۔ بلاشبہ یہ ایک عظیم واقعہ تھا جو پوری اسلامی تاریخ کا محور ہے۔ جاہل، بت پرست، امی قوم پر قرآن نازل ہو رہا تھا۔ ایک ایسے شخص کے قلب مبارک پر جس کو اللہ نے رسالت کے بوجھ کے لیے تیار فرمایا تھا اور جاہلیت اور بت پرستی سے ان کی حفاظت فرمائی تھی۔ اس واقعہ نے بت پرستوں کے تمام اعتقادات کو ہلا کر رکھ دیا لہٰذا وہ پوری قوت کے ساتھ اس کی مخالفت اور لوگوں کو اس سے روکنے پر کمر بستہ ہو گئے۔ وجہ یہی تھی کہ مکی دور کی چیدہ چیدہ خصوصیات میں اہم ترین خصوصیت عقیدہ کی تصحیح ہے۔

دار ارقم۔ اسلام کا پہلا سکول:

دعوت کا پہلا مرحلہ نہایت رازداری کا تقاضا کرتا تھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ اعلانیہ دعوت کے لیے مناسب حالات کے انتظار میں تھے لہٰذا آپ ﷺ نے دار ارقم بن ابی الارقم کو اسلام کا پہلا مدرسہ ہونے کا اعزاز بخشا کیونکہ یہ جگہ دعوت کو خفیہ رکھنے کے لیے مناسب ترین جگہ تھی۔

"ارقم بن ابی الارقم قریش کے قبیلہ بنی مخزوم کے نوجوان تھے۔ ان کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ اسلام میں داخل ہونے والوں میں ان کا نمبر ساتواں ہے"۔(11)

"جس دن وہ اسلام لائے ان کی عمر سولہ سال تھی۔ ان کا یہ گھر جبل صفا پر واقع تھا۔ نبی ﷺ نے ۵ نبوی میں ان کے گھر کو دعوت کا مرکز بنایا"۔(12)

ان کے گھر کو یہ اعزاز بخشنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ نوجوان صحابی تھے اور قریش سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ اس قدر کم عمر شخص بھی مسلمانوں کو پناہ دے سکتا ہے۔ نبی ﷺ قریش کی نگاہوں سے چھپ کر یہاں اپنے اصحاب کے ساتھ جمع ہوتے اور انھیں قرآن اور اسلامی اصولوں کی تعلیم دیتے۔ اس طرح ایک اچھی خاصی جماعت دائرہ اسلام میں داخل ہو گئی۔ یہ لوگ نبی کریم ﷺ سے خفیہ طریقے سے ملتے تھے۔ ان میں سے کوئی جب عبادت کرنا چاہتا تو مکہ کی گھاٹیوں میں چلا جاتا تھا کہ وہاں قریش کی نگاہوں سے چھپ کر اسے انجام دے سکے۔ اسی گھر میں کبار صحابہ اور اولین مسلمان اسلام لائے اور یہیں صحابہ کی پہلی نسل نے صادق اور امین ﷺ کے ہاتھ پر تربیت حاصل کی۔ یہی وہ معزز مقام ہے جہاں حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا اسی وجہ سے اسے دار الاسلام کہا جانے لگا۔ یہی دار ارقم، المختباء (چھپنے کی جگہ) اور دار الاربعین (چالیس کا گھر) کے نام سے بھی مشہور ہوا کیونکہ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے وقت مسلمانوں کی تعداد چالیس ہو گئی تھی اور حضرت عمرؓ چالیسویں مسلمان تھے جن کے قبول اسلام کے بعد مسلمان آزادانہ مکہ میں عبادت کے فرائض سرانجام دینے لگے۔

عقیدہ کی تصحیح:

مکی دور میں عقیدہ کی تصحیح پر خاص توجہ مرکوز کی گئی۔ یہ پہلی چیز تھی جس کی رسول اللہ ﷺ نے دعوت دی۔ عقیدہ اس یقینی ایمان کو کہتے ہیں جس میں کوئی شک و شبہ نہ ہو۔ اس میں اللہ پر ایمان، اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان، اور اس بات پر ایمان شامل ہے کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ کی طرف سے ہے۔ ان عقائد کا عنوان اسلام نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی کو بنایا ہے۔ اور یہ کہ انسان اس پر کامل اور قطعی یقین رکھے۔ اس لیے کہ ایمان اور اکراہ جمع نہیں ہو سکتے یعنی ایمان زبردستی دی جانے والی چیز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لا اکراہ فی الدین

"دین میں کوئی جبر نہیں"(13)

کلمہ طیبہ کے ذریعے انسان اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اس کی تمام محبتیں اور تمام وفاداریاں صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہیں۔ مومنوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ سب سے پہلے وہ اپنے رب کو پہچانیں، پھر رسول ﷺ کا حق جانیں اور پھر عقیدے کی باقی تمام شقوں کو۔ مکی دور میں نازل ہونے والا قرآن اسلامی عقائد مسلم افراد کے ذہن نشین کراتا ہے۔ مکی سورتوں میں بالعموم اصولی اور اعتقادی احکام مثلاً توحید، رسالت، آخرت کے اثبات اور دوسرے اعتقادی مسائل کا ذکر ملتا ہے۔

اللہ کا تعارف اور اللہ کی مملکت میں غور و فکر اور تدبر:

مکی دور میں خاص طور پر اللہ رب العزت کا تعارف اور پہچان کرائی گئی۔ عرب شرک اور بت پرستی میں اس قدر گھرے ہوئے تھے کہ اللہ کی ذات اور اس کی معرفت سے بالکل ہی بے بہرہ ہو چکے تھے۔ وہ یہ تو جانتے تھے کہ کائنات کا خالق اللہ ہے مگر اللہ کی ذات و صفات میں اس قدر شریک ٹھہرا رکھے تھے کہ اصل تصور الوہیت مسخ ہو کر رہ گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن پاک میں شکوہ کرتے نظر آتے ہیں:

وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ---

"اور انھوں نے اللہ کی ویسی قدر کی ہی نہیں جیسی کی جانی چاہیے یا جیسی اس کی قدر کرنے کا حق ہے"۔(14)

مکی دور میں اللہ کی نشانیوں، کائنات کے بارے میں غور و فکر اور تخلیقات کا ذکر کر کے اللہ کی معرفت کرائی گئی۔

مکارم اخلاق کی تربیت:

مکی دور میں بنیادی اسلامی اخلاق سکھائے گئے۔ مکی دور کے قرآن میں اسلامی معاشرے کے بنیادی اصولوں سے تعلق رکھنے والی آیات نازل ہوئیں اور افراد کی اخلاقی تربیت پر بہت زور دیا گیا۔

نماز کی فرضیت:

نماز مومن کی معراج ہے لہٰذا یہ ضروری تھا کہ نماز مکہ میں ہی فرض کر دی جائے۔ مکی دور میں بھی نماز فرض تھی مگر اس موجودہ شکل میں فرض نہ تھی۔ صبح و شام دو دو رکعت نماز فرض تھی۔

سجدہ کا حکم:

مشرکین مکہ ہر قسم کے شرک میں مبتلا تھے۔ ان کے شرک کی تردید کی گئی اور انھیں ایک اللہ کی پہچان کرا کر اسی کے آگے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا گیا یہی وجہ ہے کہ ہر وہ سورۃ جس میں کوئی سجدہ کی آیت آئی ہے وہ مکی ہے۔ نیز مکی دور چونکہ بعثت نبوی کا ابتدائی دور تھا۔ لوگوں کے ایمان کو جانچنے اور پختہ کرنے کے لیے اکثر ایسی آیات کا نزول ہوتا جن میں سجدے کا ذکر ہوتا اور لوگوں کو سجدے میں گرنے کا حکم دیا جاتا۔

مصائب و آلام کا دور:

نبی ﷺ کی بعثت کے وقت اقتدار اعلیٰ چونکہ قریش مکہ ہی کو حاصل تھا اس لیے وہ نئی شریعت کے آتے ہی مخالفین رسول بن گئے اور مصائب و تکالیف اور امتحان کی کڑی گھڑیوں کے سنگین دور کا آغاز ہوا۔ نبی ﷺ اور مسلمانوں کا مذاق اڑایا گیا، لوگوں کو آپ ﷺ کی بات سننے سے روکا گیا، دین میں شکوک و شبہات پیدا کیے گئے اور زبردست پروپیگنڈا ہوا۔ اس معاملے میں مکہ والوں کی مضبوطی کا سبب ان کی باہم مربوط آبادی تھی جو کہ قبیلوں کے ساتھ معاہداتی بندھنوں سے بندھی ہوئی تھی اور قریش کا ان پر پورا تسلط تھا۔ اس پیغام کو روکنے کے لیے پرکشش مرغوبات کی پیشکش بھی کی گئی، سودے بازیاں کرنے کی کوششیں ہوئیں، دست برداریاں ہوئیں اور انتہا تو تب ہوئی جب مسلسل تین سال تک بنی ہاشم سے مکمل بائیکاٹ کیا گیا مگر ان نفوس قدسیہ کے پایہ استقلال میں ذرا لغزش نہ آئی۔

صبر کی تلقین:

نبی کریم ﷺ نے جب قریش مکہ کے رسم و رواج کے خلاف دین پیش کیا تو انھوں نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو ایذا پہنچانے کی ٹھان لی لہٰذا مکی دور میں مومنین اور نبی کریم ﷺ دونوں کو اہل مکہ کی طرف سے درپیش تکالیف اور مصائب پر صبر کی تلقین کی گئی اور بارہا بہتر مستقبل کی خوشخبریاں بھی دی گئیں نیز مشرکین کی تکالیف اور اذیت رسانیوں کے جواب میں صبر کا حکم دیا گیا۔

کل انسانیت سے خطاب:

مکی دور میں ہر قسم کے مذاہب سے سابقہ پیش آرہا تھا۔ اگرچہ اولین مخاطب مشرکین ہی تھے مگر مشرکین کے ساتھ ساتھ مجوسی، آتش پرست، ستارہ پرست غرض ہر قسم کے لوگ شامل تھے لہٰذا مکی دور میں **یاایھاالناس** کے الفاظ سے خطاب کیا گیا ہے یعنی خطاب عموماًپوری انسانیت کو ہے۔

مشرکین سے خطاب:

مکہ میں ابھی مومنوں کی تعداد بہت ہی کم تھی بلکہ نہ ہونے کے برابر تھی اس لیے قرآنی آیات میں بار بار مکہ والوں سے ہی خطاب ہوا۔ اس دور میں زیادہ تر مقابلہ بت پرستوں سے تھا۔ شرک وہ سب سے بڑی گمراہی تھی جس میں اہل عرب مبتلا تھے لہٰذا اولین مخاطب مشرکین ٹھہرے۔ مکی دور کی تمام قرآنی آیات میں مشرکین ہی سے خطاب ہے اور انہی کے عقائد کی اصلاح پر زور دیا گیا ہے۔

پہلی امتوں کے قصوں سے عبرت:

مکی دور میں تذکیر بایام اللہ یعنی انبیا اور رسل اور ان کی قوموں کے اہم واقعات بیان کرکے اہل عرب کو نصیحت کی گئی کہ اگر انھوں نے بھی ان گزشتہ اقوام جیسا رویہ اختیار کیا تو ان کا انجام بھی انہی جیسا ہوگا۔ یہ وہ واقعات ہیں جن کو اہل عرب آپ ﷺ کی بعثت سے قبل سنتے چلے آرہے تھے۔ قرآن نے ان واقعات کو بیان کر کے عبرت و نصیحت کے پہلو کو اجاگر کیا۔ ان تمام قصوں کا مقصد محض افسانہ سرائی نہ تھا بلکہ مقصود یہ تھا کہ سننے والے ذہن عبرت و نصیحت حاصل کرنے والے بن جائیں اور ان کرداروں کی پیروی کریں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات سے سرتابی نہ کی۔ اور یوں بجائے سزا اور عذاب کے انعام و کرام کے مستحق بنیں۔ ان واقعات سے مزید مدد یہ کی گئی کہ لوگوں کے عقائد، اخلاق اور معاملات وغیرہ میں صحیح باتیں ذہن نشین کرادی گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ انھیں شرح وبسط کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا بلکہ صرف عبرت آموز کڑیوں کو لیا گیا ہے۔

ترغیب وترہیب:

عرب اپنی عادات اور غیر اخلاقی اور غیر انسانی کاموں میں اتنا آگے بڑھ چکے تھے اور اتنے پختہ ہو چکے تھے کہ انھیں ایک دم سے روک دینا ممکن نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مکی دور میں کفار اور مشرکین کے لیے عذاب کی وعیدیں اور مومنین و مسلمین کے لیے اجر وثواب اور جنت کی خوشخبریاں کثرت سے ملتی ہیں۔ ترغیب وترہیب کی اس حکمت کا اندازہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک قول سے ہوتا ہے۔ آپ فرماتی ہیں:

"إِنَّمَا نَزَلَ أَوَّلَ مَا نَزَلَ مِنْهُ سُورَةٌ مِنَ المُفَصَّلِ، فِيهَا ذِكْرُ الجَنَّةِ وَالنَّارِ، حَتَّى إِذَا ثَابَ النَّاسُ إِلَى الإِسْلاَمِ نَزَلَ الحَلاَلُ وَالحَرَامُ، وَلَوْ نَزَلَ أَوَّلَ شَيْءٍ: لاَ تَشْرَبُوا الخَمْرَ، لَقَالُوا: لاَ نَدَعُ الخَمْرَ أَبَدًا، وَلَوْ نَزَلَ: لاَ تَزْنُوا، لَقَالُوا: لاَ نَدَعُ الزِّنَا أَبَدًا"۔

"سب سے پہلے مفصل کی ایک سورت نازل ہوئی جس میں جنت اور دوزخ کا ذکر تھا۔ یہاں تک کہ جب لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے تو حلال اور حرام کے بارے میں احکامات نازل ہوئے۔ اگر پہلا ہی حکم یہ نازل ہو جاتا کہ شراب نہ پیو تو لوگ کہتے کہ ہم کبھی شراب ترک نہ کریں گے۔ اور ابتدا ہی میں نازل ہو جاتا کہ زنا نہ کرو تو لوگ کہتے کہ ہم کبھی زنا نہیں چھوڑیں گے "۔(15)

تذکیر بالآخرۃ:

اہل عرب، خصوصاً اہل مکہ کا تصور آخرت اسلام سے بالکل میل نہ کھاتا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ ہم جب مر کر مٹی ہو جائیں گے تو کیونکر دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ یہ بات تو بہت بعید از عقل ہے۔

وَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَىِٕذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ(16)

لہٰذا مکی دور میں عقیدہ آخرت کی اصلاح پر بہت زور دیا گیا۔ نیز ان کا خیال تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کے بارے میں جوابدہی کی تو ان کے ٹھہرائے ہوئے شریک انھیں بچالیں گے۔ ان باطل تصورات کی بیخ کنی کرتے ہوئے سب سے پہلے بنیادی عقائد یعنی عقیدہ توحید اور عقیدہ آخرت کی اصلاح کی گئی۔

مکی سورتوں میں تذکیر بالآخرۃ یعنی انسانی موت کی کیفیت، اس کی بے چارگی، عالم نزع، فرشتوں کا سامنے آنا، حشر نشر، سوال جواب، میزان اور نامہ اعمال کا دائیں یا بائیں ہاتھ میں ملنا، قیامت کی ہولناکیوں کا بیان، جنت کی آسائشوں اور دوزخ کی پریشانیوں کی نسبتاً تفصیلی منظر کشی کی گئی ہے تاکہ آخرت کی فکر دل و دماغ پر حاوی ہو جائے اور آخرت کی ابدی زندگی کو سنوارنے کا عزم پیدا ہو۔

پر شکوہ اسلوب بیان:

اہل مکہ میں پائے کے شعراء اور ادیب و خطیب پائے جاتے تھے لہٰذا عربوں کے ذہن اور افکار کے مطابق مکی سورتوں کا اسلوب بیان زیادہ پر شکوہ ہے۔ ان سورتوں میں شاعرانہ رنگ نمایاں ہے اگرچہ مکمل شاعری نہیں ہے۔ اس میں استعارات، تشبیہات اور تمثیلیں زیادہ ہیں اور ذخیرہ الفاظ بہت وسیع ہے۔ اس میں زیادہ تر مقفیٰ و مسجع آیات ہیں اور مشکل الفاظ کا استعمال ہے۔ اس دور میں مسلمانوں کا واسطہ چونکہ زیادہ تر عرب کے بت پرستوں سے تھا جو قرآن کے صریح منکر تھے اور اسے معجزے کے طور پر قبول کرنا ان کے لیے بالکل ہی ناممکن تھا اس لیے اس دور میں ایسا اسلوب بیان، بت پرستوں کی مدلل تردید اور قرآن کریم کی شان اعجاز کے اظہار کے طور پر اختیار کیا گیا۔

ان سورتوں میں مشرکین مکہ کے عقائد و نظریات کا رد ہے اور ان کے اعتراضات کے شافی جوابات ہیں نیز ان میں بلا کی فصاحت و بلاغت پائی جاتی ہے۔ مکہ کے قریشی سرداروں میں چونکہ تکبر بہت زیادہ تھا اور جبر اور ظلم میں وہ بہت آگے تھے اس لیے ان کو ڈانٹنے کے لیے مکی سورتوں میں کلّا (ہرگز نہیں) کا لفظ آیا ہے۔

مکی سورتوں میں سے بیشتر کا آغاز حروف مقطعات سے ہوتا ہے سوائے سورۃ البقرۃ اور سورۃ آل عمران کے۔ ان حروف کے معانی اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ان حروف کو سورتوں کے آغاز میں لانے کا مقصد عربوں کو یہ خفیہ پیغام بھی دینا تھا کہ یہ قرآن انہی حروف سے مل کر بنا ہے۔ اگر تم اتنے زبان دان ہو تو لاؤ ان حروف کو ملا کر اس پائے کا کلام۔ نیز مکی دور میں چونکہ احکام نہ تھے۔ صرف عقائد پر زور دیا گیا تھا اس لیے زیادہ طویل بحثوں کی ضرورت نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مکی سورتیں مختصر اور چھوٹی ہیں اور ان کی آیات بھی عموماً چھوٹی چھوٹی ہیں۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عرب جو اپنی زبان دانی پر نازاں تھے، مختصر کلمات میں جامع مضمون پیش کر کے ان عربوں کو حیران کرنا اور قرآنی معجزہ کا قائل کرنا بھی مقصود تھا۔

مدنی دور کی اہم خصوصیات:

مکہ میں مسلمانوں کی جان و مال محفوظ نہ تھے۔ ایک گھٹن کا ماحول تھا۔ صحابہ کرام نماز چھپ کر ادا کرتے تھے۔ پہلے دو نمازیں فرض تھیں اور وہ بھی صرف دو رکعت۔ معراج کے بعد مسلمانوں پر نماز پنج وقتہ فرض ہو چکی تھی۔ جو فجر سے رات تک ادا کی جاتی تھی۔ مکہ میں اسلام کے صرف انفرادی احکام پر عمل ہوتا تھا۔ اجتماعی احکام دین پر عمل کرنے کا موقع نہ تھا۔ نیز سماجی، اقتصادی، سیاسی اور اجتماعی نظام کا ڈھانچہ مکہ میں استوار کرنا ممکن نہ تھا۔ پس احکام دین پر عمل اور اسلامی نظام کی تکمیل کا تقاضا تھا کہ مسلمانوں کو آزادانہ ساز گار ماحول میسر آئے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر بحکم خدا ہجرت مدینہ عمل میں آئی اور مسلم تاریخ کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا جسے مدنی دور کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مدنی دور کی چیدہ چیدہ خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

اسلامی ریاست کا قیام اور ابتدائی اقدامات:

مدینہ پہنچتے ہی آپ ﷺ نے اسلامی ریاست کے قیام کی جدوجہد کا آغاز کر دیا۔ کسی ریاست کے قیام کے لیے جو ضروری اقدام ابتدا ہی میں ضروری ہوتے ہیں رسول خدا ﷺ نے مکمل احتیاط اور منصوبہ بندی کے ساتھ اٹھائے اور نتیجتاً پہلی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔

> "اس مقصد کے لیے آپ ﷺ نے سب سے پہلے بے نوا مہاجرین کی آباد کاری کے مسئلہ کی طرف توجہ مبذول فرمائی اور حضرت انس بن مالکؓ کے مکان میں مکہ کے مہاجرین کو مدینہ کے انصار کے ساتھ مواخات کے رشتہ میں منسلک کیا۔ یہ کل نوے لوگ تھے۔ پنتالیس انصار اور پنتالیس مہاجرین۔ ایک ایک انصاری کو ایک ایک مہاجر کا بھائی بنا دیا گیا"۔(17)

اس رشتہ مواخات کا یہ اثر ہوا کہ مہاجرین کو مدینہ میں ٹھکانہ مل گیا اور معاشرہ میں کوئی پیچیدگی یا بحران پیدا نہ ہوا اور حالات اعتدال پر آ گئے۔ انھوں نے اپنے انصاری بھائیوں کی مدد اور ان کے تعاون سے تجارت اور معاشی جدوجہد کا آغاز کر دیا اور جلد ہی مہاجرین نہ صرف اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے بلکہ انصار کے لیے موجب برکت ثابت ہوئے۔ مواخات کے گرز نے قومیت اور نسلیت کے بت کو ڈھیر کر کے رکھ دیا۔ اسلامی ریاست کو اندرونی خلفشار سے محفوظ رکھنے کے لیے اس اقدام کے ذریعے گروہی اور نسلی اختلافات کا دروازہ بند کرنا بہت کارگر ثابت ہوا۔

اس کے بعد آپ ﷺ اس نوزائیدہ ریاست کے دستور اور آئین کی تشکیل کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے شہر کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کیا کہ کیوں نہ ایک شہری نظام قائم کیا جائے جس سے شہر کے دفاع اور باشندوں کی حفاظت کا بندوبست ہو جائے۔ لوگوں نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ آپ ﷺ نے بنیادی قوانین بنائے اور اس کا نتیجہ میثاق مدینہ کی صورت میں نکلا۔ آپ ﷺ نے چند ماہ کے اندر ہی یہود مدینہ کے ساتھ مذاکرات کے بعد ریاست مدینہ کا تحریری دستور جاری کیا۔ اس میثاق کے ذریعے آپ ﷺ نے اسلامی ریاست کو آئینی اور قانونی بنیادیں فراہم کیں۔ یہ میثاق یا دستاویز باون (۵۲) دفعات پر مشتمل تھا جس کے ذریعے ایک بوقلموں اور کثیر الاجناس آبادی کو ایک لچکدار اور قابل عمل دستور کے تحت ایک مرکز پر متحد کر کے ایک شہری ریاست کی صورت میں منظم کیا گیا۔ دستور ریاست کے نفاذ سے مدینہ عملاً ایک ریاست میں تبدیل ہو گیا، جس کی سربراہی نبی ﷺ کے پاس تھی۔

اس میں حکومت کے ذمہ داروں اور حکومت کے اطاعت گزاروں کے درمیان حقوق اور فرائض کو کافی وضاحت سے بیان کیا گیا۔ غیر مسلموں کو مسلمانوں کے مساوی حقوق دیے گئے۔ دینی اور عدالتی معاملات میں ان کی داخلی خود مختاری برقرار رہی اور سماجی اور معاشی تحفظ میں مسلمانوں کے ساتھ مساوات عطا کی گئی۔ چونکہ پرانا نظام فوری ضروریات کے لیے کافی تھا اس لیے قبائل کی داخلی خود مختاری میں دخل نہیں دیا گیا۔ ان کی قبیلہ وار پنچایتیں حسب معمول کام کرتی رہیں۔ یہ اقدام بھی مبنی بر حکمت تھا۔ اگر سارا نظام یکلخت تبدیل کر دیا جاتا تو شاید لوگوں کے لیے اسے تسلیم کرنا بہت مشکل ہوتا اور انتشار پھیل جاتا۔

مسجد نبوی۔ اسلامی مرکز اجتماعیت:

مسلمانوں کو ایک مرکزی ادارے یا پارلیمنٹ کی ضرورت تھی لہٰذا مدینہ پہنچتے ہی نبی ﷺ نے مسلمانوں کے لیے ایک اجتماعی مرکز "مسجد نبوی" کی بنیاد رکھی۔ اس پارلیمنٹ کا دن میں پانچ بار اجلاس ہوتا جس سے رائے عامہ سے مسلسل رابطہ قائم ہو گیا۔ یہاں روزمرہ کے سیاسی اور اجتماعی مسائل بحث کے بعد طے کیے جاتے۔ نمازوں کے اوقات کے علاوہ لوگوں کو جمع کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ الصلاۃ جامعۃ کا اعلان کیا جاتا اور لوگ جمع ہو جاتے۔ آپ ﷺ واقعات بیان فرماتے اور مشورہ طلب کرتے۔ قبیلے کے سرداروں سے توقع کی جاتی کہ وہ تائید یا اختلاف کے لیے اپنی رائے کا اظہار کریں۔ بعض افراد سے انفرادی مشورے بھی ہوتے۔ خواتین کے مشوروں پر عمل کرنے کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔

یہ ایک ایسا سینٹرل پوائنٹ تھا جو مسلمانوں کے لیے بیک وقت اسلامی عدالت بھی تھا، پارلیمنٹ اور ایوان بھی، تربیت گاہ بھی اور اقامتی درسگاہ بھی۔ صفہ کے چبوترے پر 300 سے 400 کے قریب صحابہ کرام اقامت پذیر تھے جہاں دن میں ابتدائی تعلیم سے لے کر ہر قسم کی اعلیٰ تعلیم کا بندوبست تھا۔ اس میں قرآن، تجوید، فقہ اور دیگر اسلامی علوم کی تعلیم ہوتی۔ صفہ ہی رات میں غریب اور بے گھر طلبہ کے لیے دار الاقامۃ کا کام دیتا تھا۔ ان پر ایک صریف (مانیٹر) بھی ہوتا تھا۔ یہی جماعت اسٹینڈنگ آرمی کا کام بھی کیا کرتی تھی اور تعلیم بھی حاصل کرتی تھی۔ قبائلی وفود جب اسلام قبول کرنے کی غرض سے آپ ﷺ سے ملنے آتے تو آپ ﷺ ان کے ساتھ کسی تربیت یافتہ صحابی کو بطور استاد روانہ کر دیتے تاکہ نومسلموں کی تعلیم کا اہتمام ہو۔ یہیں سے تربیت حاصل کر کے صحابہ کرام دنیا کے طول و عرض میں پھیل گئے۔ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ دار ارقم اسلام کا پہلا سکول اور مسجد نبوی پہلی یونیورسٹی تھی۔ ان دونوں اداروں سے صحابہ کرام فارغ التحصیل ہوئے اور دنیا کے عظیم ترین لوگوں میں شمار ہوئے۔

شاہ معین الدین احمد ندوی رقمطراز ہیں:

> "کہ اب تک مدینہ میں نماز باجماعت ایک مویشی خانے میں ادا کی جاتی تھی اور نماز باجماعت کا کوئی باقاعدہ انتظام نہ تھا جس سے مسلمانوں کی عبادت کا ایک مقصد یعنی وحدت اور اجتماع فوت ہو جاتا تھا"۔(18)

مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد نماز باجماعت قائم ہوئی۔ مسجد محض ادائے نماز ہی کے لیے نہ تھی بلکہ ایک مرکز تھا جہاں سے اس ننھی ریاست کا نظم و نسق چلایا جاتا تھا۔ اس میں مجلس شوریٰ اور انتظامیہ کے اجلاس منعقد ہوتے تھے۔ نظم و نسق کے بارے میں تمام فیصلے یہیں کیے جاتے اور فوجی مہمات روانہ کی جاتیں۔

اہل کتاب سے خطاب:

مدینہ میں یہود اسلام دشمنی میں پیش پیش تھے لہٰذا یہاں اسلام کے مخاطبین میں یہ بھی شامل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر وہ سورۃ جس میں یہود سے خطاب ہے یا نصاریٰ کی گوشمالی کی گئی ہے مدنی ہے۔ اس دور میں اہل کتاب کی تردید پر زیادہ توجہ دی گئی۔ انھیں خصوصی دعوت دی گئی اور ان کے اعتراضات اور سوالات کے جوابات دیے گئے۔ ان کے باطل اور خود ساختہ عقائد و نظریات کا رد کیا گیا۔ اس دور میں زیادہ تر بنی اسرائیل کے حالات و واقعات کا ذکر کر کے اہل کتاب کو متنبہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

منافقین سے خطاب:

مدینہ میں مسلمانوں کی ترقی کو دیکھتے ہوئے ایک نیا طبقہ منافقین کا پیدا ہوا اس لیے اکثر مدنی سورتوں میں منافقین کا تذکرہ کثرت سے ملتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہر وہ سورۃ جس میں منافقین کا ذکر آیا ہے مدنی ہے۔نیز منافقین اور ان کی صفات وعادات کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ان کی خفیہ سرگرمیوں کا ذکر کر کے ان سے خبر دار رہنے کا بھی حکم ہے۔

مومنین سے خطاب:

مدنی دور میں چونکہ اسلام کو تقویت مل چکی تھی نیز سب سے پہلے مسلمانوں کی اصلاح مقصود تھی لہٰذا مومنین سے خطاب کرتے ہوئے مدنی سورتوں میں یا ایھاالذین امنوا کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔

سادہ اسلوب بیاں:

مدنی سورتوں کا انداز نسبتاً سادہ، زبان سلیس اور آسان ہے۔اسلوب بیاں عام فہم ہے نیز اس میں نرمی اور لطافت پائی جاتی ہے۔نثری رنگ نمایاں ہے۔ اگرچہ شاعرانہ جھلک بھی پائی جاتی ہے۔مکی اور مدنی سورتوں کے انداز اور اسلوب میں یہ فرق دراصل حالات، ماحول اور مخاطبوں کے اختلاف کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

مدینہ طیبہ میں ایک اسلامی ریاست وجود میں آچکی تھی۔لوگ جوق در جوق اسلام کے سائے تلے پناہ لے رہے تھے۔علمی سطح پر بت پرستی کا ابطال ہو چکا تھا۔ اب تمام تر نظریاتی مقابلہ اہل کتاب سے تھا۔اسی مناسبت سے ایسا اسلوب بیان اختیار کیا گیا۔مدنی سورتیں عموماً لمبی اور طویل ہیں نیز ان کی آیات بھی عموماً لمبی لمبی ہیں۔

دفتری نظام یا سیکرٹریٹ:

عہد نبوی کی اسلامی ریاست میں کوئی منظم اور مربوط سیکرٹریٹ نہیں تھا البتہ اس کی ابتدائی شکل موجود تھی۔آپ ﷺ نے ایک مختصر دفتری نظام قائم کیا جو چند کاتبوں پر مشتمل تھا۔ان کاتبوں کے مختلف فرائض تھے۔ان میں سے کچھ آپ ﷺ کے خطوط اور پروانے لکھتے۔کچھ قرآن پاک کے نازل ہونے والے اجزاء کی کتابت کرتے اور ان کی نقلیں تیار کر کے مساجد اور مسلمانوں میں تقسیم کرتے جنہیں کاتبان وحی کہا جاتا ہے اور یہ سب سے زیادہ اہم فرض تھا۔کچھ لوگ زکوۃ کا حساب کتاب رکھتے کہ اس میں کیا آمدنی ہوئی، کس سے ہوئی اور کس پر خرچ ہوئی۔جنگوں میں جو مال غنیمت حاصل ہوتا، اس کی جمع و تقسیم کا حساب رکھا جاتا اور اس کے لیے خصوصی کاتب مقرر ہوئے۔سرکاری خزانے سے وظائف پانے والوں کی فہرست تیار کرنا ایک مستقل کاتب کا فرض تھا۔بیرونی سرداروں اور حکمرانوں کے ساتھ خط و کتابت ایک الگ کاتب کا کام تھا۔اس حوالے سے تقریباً دس بارہ شعبوں کی تفصیل ملتی ہے جن کے الگ الگ کاتب مقرر کیے گئے تھے۔ان کو موجودہ زمانے کا سیکرٹری کہا جا سکتا ہے۔

احکام اور فرائض کا وجوب و معاشرتی اصلاحات:

مکی دور میں چونکہ ابھی ایک اسلامی معاشرے کی بنیاد نہیں رکھی گئی تھی۔مسلمان مشرک معاشرے میں رہ رہے تھے اور صرف عقائد کی درستگی پر انتہائی ظلم و ستم کا شکار تھے۔ایسے میں اسلامی احکام اور قوانین بہت کم بیان ہوئے۔اس کے برعکس مدنی دور میں اسلامی ریاست اور اس کے سیاسی نظام خصوصاً نظام عدل کے احکامات ملتے ہیں نیز زیادہ تر عبادات و اعمال وغیرہ کا ذکر ہے۔اس دور میں خاندانی اور تمدنی قوانین و احکام اور حدود و فرائض کا تعین کیا گیا۔مدنی سورتوں میں معاشرتی، معاشی، عائلی اور اجتماعی و سیاسی شعبوں کے بارے میں احکام و قوانین کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔اس دور میں نازل ہونے والے زیادہ تر احکام کا تعلق خاندان، معاشرہ، حقوق العباد، اوامر، نواہی سے ہے۔نیز بین الاقوامی امور کے بارے میں بھی اصول اور احکام بیان ہوئے۔اس دور کے قرآن میں شرعی احکامات مثلاً حدود، قصاص، نکاح، وراثت، عدت، رضاعت، طلاق، تجارتی معاملات، نماز، روزہ، حج، زکوۃ کے احکامات کا تفصیلی بیان ہے۔

جہاد کی اجازت:

مکی دور میں مسلمانوں کو کفار کے ظلم و ستم کے مقابلے میں صبر اور جنگ نہ کرنے کا حکم تھا۔اب جب کہ مسلمان ایک الگ اسلامی ریاست قائم کرنے میں کامیاب ہو چکے تھے تو ان کو دشمن کی چالوں کا منہ توڑ جواب دینے کی اجازت دے دی گئی اور ۲ ھجری میں جہاد کی فرضیت کا حکم نازل ہوا۔جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے احکامات بیان ہوئے اور اس کی ترغیب سے متعلق آیات نازل ہوئیں۔لہٰذا ہر وہ سورۃ جس میں جہاد کی اجازت یا اس کے احکام مذکور ہیں یا غزوات کا ذکر ہے، مدنی ہے۔

اسلامی ریاست کے عزت و وقار میں اضافہ کرنا:

آپ ﷺ نے اسلامی ریاست کا رعب و دبدبہ قائم کرنے اور اس کی عزت اور وقار میں اضافہ کرنے کے اقدامات کیے۔ آپ ﷺ نے سرفروش مجاہدین کی ایک ایسی جماعت تیار کی جو جہاد فی سبیل اللہ میں شہادت حاصل کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار اور مستعد رہا کرتی تھی۔ جہاد کا اصل مقصد دشمن کو زیادہ سے زیادہ جانی اور مالی نقصان پہنچانا نہ تھا بلکہ اعلائے کلمہ حق تھا اس لیے جہاں تک ممکن ہو تا خون ریزی کم سے کم کی جاتی اور نفسیاتی مرحلہ میں دشمن سے نرمی کا سلوک کیا جاتا۔ کوشش کی جاتی تھی کہ وہ ماتحت ہی نہیں بلکہ دل سے اسلام قبول کرلے اور تن من دھن سے مسلمانوں کا ساتھی بن جائے اور فروغ اسلام کے حوالے سے بھرپور کردار ادا کرے۔ لہٰذا جب انہی لوگوں نے مکہ پر چڑھائی کی جورات کے اندھیرے میں اپنی جان بچا کر مدینہ چلے گئے تھے تو قریش اس حد تک مجبور ہو گئے کہ وہ مسلمانوں کا راستہ روکنے کا حوصلہ نہ کرسکے۔

تجارتی راستوں کی ناکہ بندی:

مکہ میں قریش نے مسلمانوں کا سوشل بائیکاٹ کیا۔ مسلمانوں کو تین سال کے لیے شعب ابی طالب میں محصور کر دیا گیا۔ مدینہ میں اس بات کا جواب دیا گیا۔ قریش کی خوشحالی کا سبب ان کی تجارت تھی جو بسا اوقات پچاس لاکھ دینار سالانہ تک پہنچ جاتی تھی۔ ان کی شام کی طرف جانے والی تجارتی شاہراہ مدینہ کے قریب سے گزرتی تھی۔ آپ ﷺ نے اس کو بدر کے بعد بند کر دیا۔ نجد تک مسلمانوں کے اثرورسوخ کے پھیل جانے کے بعد دوسرا تجارتی راستہ بھی خطرے سے خالی نہ رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مکہ میں غلہ کی شدید قلت پیدا ہو گئی۔ تجارت کی بندش اور معاشی دباؤ نے قریش کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ اس میں درپردہ یہ پیغام چھپا تھا کہ اب اگر قریش نے زیادتی کی کوشش کی تو انھیں منہ توڑ جواب دیا جائے گا۔

دشمن کے ارادوں سے باخبر رہنا:

قریش مکہ آپ ﷺ اور مسلمانوں کے جانی دشمن تھے۔ ان کے ارادوں اور منصوبوں سے باخبر رہنا ازبس ضروری تھا۔ آپ ﷺ نے خبر رسانی کا ایسا بندوبست کیا کہ آپ ﷺ کو قریش مکہ کی سرگرمیوں کی خبریں پابندی سے ملا کریں تاکہ ان کا بروقت سدباب کیا جائے۔ قریش مکہ سے اور بنو خزاعہ کے قبیلے سے ایسے افراد مل گئے جو آپ ﷺ کو دشمن کے ارادوں اور ان کی سرگرمیوں کے بارے میں آگاہ کرتے رہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ غزوہ بدر سے پہلے آپ ﷺ کو قریش کی جنگی تیاریوں کی اطلاع سفیر مخبروں کی زبانی ملی نیز آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ نے جو مکہ میں مقیم تھے آپ ﷺ کو بروقت مطلع کر دیا۔ غزوہ احزاب کے وقت کفار کی آمد سے صرف چھ دن پہلے آپ ﷺ کو دشمن کی پیش قدمی کی اطلاع مل گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خندق کی کھدائی کا کام دشمن کی آمد سے پہلے مکمل ہو گیا اس طرح آپ ﷺ پر بے خبری میں کوئی بہت بڑا حملہ نہ ہوا۔

بیرونی دشمن کو بے یارومددگار بنانا:

آپ ﷺ نے قریش کو تنہا کرنے اور بے یارو مددگار بنانے کے لیے ان کے دوستوں کو مسلمانوں کا حلیف بنانا شروع کیا۔ مدینہ کے گردونواح میں آباد قبیلوں سے معاہدے کیے اور ان سے دوستانہ مراسم بڑھائے۔ اس سے قریش کے دوست اور مددگار قبیلوں کی تعداد گھٹتی چلی گئی۔ قریش جنوب میں اور یہودی شمال میں مسلمانوں کے دشمن تھے۔ آپ ﷺ نے حدیبیہ کا دس سالہ جنگ بندی کا معاہدہ کر کے ایک دشمن کے ہاتھ روک دیے اس کے بعد خیبر فتح کر لیا۔ اس سے ایک دشمن کا خاتمہ ہوا اور دوسرا دشمن اپنے حلیف سے محروم ہو گیا۔ نیز آپ ﷺ نے زکوٰۃ میں سے قریش کے ان دوست قبیلوں کی مالی امداد شروع کی جو ضرورت مند تھے۔ وہ آپ ﷺ کے احسان مند اور حمایتی بن گئے۔

آپ ﷺ کی داخلی سیاست کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دشمنوں، سازشیوں اور غداروں سے بڑی حد تک مدینہ کو پاک کیا۔ ابتدائی ایام میں آپ ﷺ نے یہودیوں کے وجود کو برداشت کیا لیکن جلد ہی ان کی سازشیں بے نقاب ہو گئیں۔ بالآخر آپ ﷺ نے پہلے مدینہ کو یہودیوں سے پاک کر کے اسلامی دارالحکومت سے سازشوں کے اڈے ختم کیے۔ اس کے بعد پورے جزیرہ عرب کو مسلمانوں کے لیے خالص قرار دے دیا۔

خلاصہ کلام:

الغرض مکہ میں نبی کریم ﷺ کی شخصیت بحیثیت مبلغ کے سامنے آتی ہے۔ اسلامی شریعت کے نفاذ کے لیے وہ بیج بھی خود بوتے ہیں، آبیاری بھی خود کرتے ہیں، کانٹ چھانٹ بھی خود کرتے ہیں۔ تمام ذمہ داریاں خود اٹھاتے ہیں۔ کوئی یارو مددگار نہیں۔ صرف اللہ کی ذات پر بھروسہ ہے۔ قربانی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ نہ کھانے کا ہوش ہے نہ پہننے اوڑھنے کا۔ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار جیسی جماعت تشکیل دیتے ہیں۔ اس جماعت کی ایسی تربیت کرتے ہیں گویا ایک جسم ہے۔ ہر فرد دوسرے

کے لیے تقویت کا باعث ہے۔ اور وہی شخصیت ہیں جو مدینہ میں بحیثیت ایک سیاسی مدبر کے ظاہر ہوتے ہیں۔ اسلامی ریاست کی تعمیر کرتے ہیں۔ ذمہ داریاں مختلف ماہر فن افراد کو تفویض کرتے ہیں اور ایک اسلامی معاشرہ تشکیل دیتے ہیں۔

مختصراً کہا جاسکتا ہے کہ:

- مکی دور میں وحی کا آغاز ہوا اور مدنی دور میں وحی کی تکمیل ہوئی۔
- مکی دور میں تبلیغ کا آغاز ہوا جبکہ مدنی دور میں تبلیغ اوج کمال کو پہنچ گئی۔
- مکی دور میں تبلیغ کے اصول ملتے ہیں جبکہ مدنی دور میں ان اصولوں کا اطلاق ہوا۔
- مکی دور میں اسلام انفرادی سطح پر تھا جبکہ مدنی دور میں اجتماعی اور ریاستی سطح پر۔
- مکہ میں مسلمان مغلوب اقلیت تھے جبکہ مدینہ میں انہیں غالب اکثریت کا درجہ حاصل ہو گیا۔
- مکہ میں مسلمان کمزور، مظلوم اور مقہور تھے جبکہ مدینہ میں انھیں طاقت و اختیار حاصل ہوا۔
- مکی دور میں تربیت اور ذہن سازی کی گئی جبکہ مدنی دور میں احکامات کا نفاذ اور عملی اطلاق کیا گیا۔
- مکہ میں دار ارقم کو تربیت گاہ بنایا گیا جبکہ مدینہ میں مسجد نبوی کو ایوان اور پارلیمنٹ کا درجہ دیا گیا۔
- مکہ میں سیاسی اقتدار مشرکین کے ہاتھ میں تھا جبکہ مدینہ میں سیاسی اقتدار مسلمانوں کو حاصل ہوا۔
- مکی دور افرادی قوت کے چناؤ کا دور تھا جبکہ مدینہ میں اسی افرادی قوت کی مدد سے ایک اسلامی ریاست کی تعمیر کی گئی۔
- مکی دور میں فرد فرد کے خلاف بر سر پیکار تھا جبکہ مدنی دور میں ریاست مکہ ریاست مدینہ کے خلاف نبرد آزما تھی۔
- مکی دور میں نرمی اور صبر کی تلقین کی گئی جبکہ مدنی دور میں جہاد اور قوت کے مظاہرے کی تلقین کی گئی۔
- مکی دور میں مقابلہ کفار اور مشرکین سے تھا جبکہ مدنی دور میں مقابلہ یہود اور منافقین سے تھا۔
- مکی دور میں عقائد اور ان کی اصلاح پر زور دیا گیا تھا جبکہ مدنی دور میں احکامات اور معاملات کی اصلاح کی گئی۔
- مکی دور میں صرف چند ایک عبادات فرض تھیں جبکہ مدنی دور میں مکمل دستوری اور آئینی ڈھانچہ تشکیل دیا گیا۔
- مکی دور میں مسلمانوں کے باہمی تعلقات کو مضبوط بنانے پر زور دیا گیا اور ایک بنیان مرصوص جماعت بنائی گئی جبکہ مدینہ میں ارد گرد کے قبائل سے حلیفانہ تعلقات قائم کرنے اور انھیں تبلیغ کرنے کا کام کیا گیا۔
- مکی دور کا اختتام معراج پر ہوتا ہے جو کہ اللہ سے ایک عارضی ملاقات تھی جبکہ مدنی دور کا اختتام نبی کریم ﷺ کے وصال پر ہوتا ہے جو کہ اللہ جل شانہ سے مستقل قربت ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ۱۴۲۲ھ، کتاب احادیث الجهاد و السیر، باب مایقول اذا رجع من الغزو، رقم الحدیث: ۳۰۸۵، دار طوق النجاۃ، بیروت، 76:4

۲۔ وحید الدین خان، پیغمبر انقلاب، ۱۹۹۶ء، مکتبہ الرسالہ، نئی دہلی: ۱۱۵

۳۔ الفتح، ۴۸: ۲۹

۴۔ الشعراء، ۲۶: ۲۱۴

۵۔ الحجر، ۱۵: ۹۴

۶۔ الشعراء، ۲۶: ۲۱۴ تا ۲۱۵

۷۔ مبارکپوری، صفی الرحمٰن،، الرحیق المختوم، ۲۰۰۰ء، مکتبہ سلفیہ، لاہور،،: ۱۱۴

۸۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ، بیروت، ۱۴۲۲ھ، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله: فسبح بحمد ربک و استغفره انه کان توابا، رقم الحدیث: ۴۹۷۱، 179:6

۹۔ قشیری، مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، دار احیاء التراث العربی، س۔ن، کتاب الایمان، باب فی قولہ تعالیٰ: وانذر عشیرتک الاقربین، رقم الحدیث:۳۴۸، 1
192:

۱۰۔ محمد بن سعد، طبقات ابن سعد، س۔ن، نفیس اکیڈمی، کراچی، 1:۲۲۶

۱۱۔ محمد بن سعد،، طبقات ابن سعد، س۔ن، نفیس اکیڈمی، کراچی، 3:۲۵۳

۱۲۔ مبارکپوری، صفی الرحمٰن، ۲۰۰۰ء، الرحیق المختوم، مکتبہ سلفیہ، لاہور،:۱۳۱

۱۳۔ البقرۃ، ۲:۲۵۶

۱۴۔ الزمر، ۳۹:۶۷

۱۵۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح،، ۱۴۲۲ھ، کتاب فضائل القرآن، باب تالیف القرآن، رقم الحدیث:۴۹۹۳، دار طوق النجاۃ، بیروت، 185:6

۱۶۔ الواقعہ، ۵۶:۴۷

۱۷۔ الجوزی، ابن القیم، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ۱۹۹۰ء، نفیس اکیڈمی کراچی، 713:2

۱۸۔ ندوی، شاہ معین الدین احمد، تاریخ اسلام،، ۲۰۱۳ء، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 42:1

References in Roman

1. *Al-Bukhari, Muhammad ibn Ismail, Al-Jami' al-Sahih, 1422 H, Kitab Ahadith al-Jihad wal-Siyar, Bab Ma Yaqul Iza Raja'a Min al-Ghazw, Hadith No. 3085, Dar Tawq al-Najah, Beirut, 4:76.*
2. *Wahiduddin Khan, Prophet of Revolution, 1996, Maktaba al-Risalah, New Delhi, p. 115.*
3. *Al-Fath, 48:29.*
4. *Ash-Shu'ara, 26:214.*
5. *Al-Hijr, 15:94.*
6. *Ash-Shu'ara, 26:214 to 215.*
7. *Mubarakpuri, Safi-ur-Rahman, Al-Rahiq Al-Makhtum (The Sealed Nectar), 2000, Maktaba Salafiya, Lahore, p. 114.*
8. *Al-Bukhari, Muhammad ibn Ismail, Al-Jami' al-Sahih, Dar Tawq al-Najah, Beirut, 1422 H, Kitab Tafsir al-Quran, Bab Qawlihi: Fasabbih bihamdi rabbika wastaghfirhu innahu kana tawwaba, Hadith No. 4971, 6:179.*
9. *Qushayri, Muslim ibn al-Hajjaj, Al-Jami' al-Sahih, Dar Ihya al-Turath al-Arabi, San'a, Kitab al-Iman, Bab Fi Qawlihi Ta'ala: Wa anzir 'ashirataka al-aqrabeen, Hadith No. 348, 1:192.*
10. *Ibn Saad, Muhammad ibn Saad, Tabaqat Ibn Saad, Nafees Academy, Karachi, 1:226.*
11. *Ibn Saad, Muhammad ibn Saad, Tabaqat Ibn Saad, Nafees Academy, Karachi, 3:253.*
12. *Mubarakpuri, Safi-ur-Rahman, 2000, Al-Rahiq Al-Makhtum, Maktaba Salafiya, Lahore, p. 131.*
13. *Al-Baqarah, 2:256.*
14. *Az-Zumar, 39:67.*
15. *Al-Bukhari, Muhammad ibn Ismail, Al-Jami' al-Sahih, 1422 H, Kitab Fada'il al-Quran, Bab Talif al-Quran, Hadith No. 4993, Dar Tawq al-Najah, Beirut, 6:185.*
16. *Al-Waqi'ah, 56:47.*

17. *Al-Jawzi, Ibn al-Qayyim, Zad al-Ma'ad fi Hady Khair al-'Ibad, 1990, Nafees Academy Karachi, 2:713.*
18. *Nadwi, Shah Moinuddin Ahmad,Tareekh-e-Islam, 2013, Maktaba Islamiya, Lahore, 1:42.*